ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

سونے اور چاندی پر زکوۃ میں مقادیر کا فرق اور فقہی مسائل

قرآن وسنت کے تناظر میں ایک تحقیقی مقالہ

METAMORPHOSES IN THE AMOUNT OF ZAKAT ON GOLD AND SILVER: A JURISPRUDENTIAL RESEARCH IN THE CONTEXT OF QUR'AN AND SUNNAH

1. **Muhammad Akram bin Muhammad Bakhash**
Senior Research Scholar of ''Baitul Quran'' Lahore, Pakistan
2. **Dr. Muhammad Samiullah**
Assistant Professor Islamic Thought & Civilizaiton, University of Management & Technology, Lahore
3. **Nafees Ahmad bin Muhammad Yousaf**
Senior Research Scholar of ''Baitul Quran'' Lahore, Pakistan

ABSTRACT

In this article, jurisprudential issues have been deduced from the difference between the values of Zakat on gold and silver. Applied and qualitative research has been done in this article. Gold and silver coins have disappeared in the present era and have been replaced by paper notes. The question is under which syllabus should the Zakat on paper currency be collected, according to the syllabus of gold or according to the syllabus of silver? In this research, it has been clarified that the Shari'ah has prescribed 7.5 tolas of gold and 52 tolas of silver. Most of the scholars are of the opinion that the syllabus of Zakat should be fixed from silver, because Proven.The second reason is that the silver syllabus is more useful for the poor, while other scholars are of the opinion that in the present age the syllabus of Zakat should be measured by gold, because there is instability in the price of silver. Historians state that the dinar was equal to 10 dirhams in the time of the Prophet, 12 dirhams in the last period of the Umayyad period and 15 dirhams in the time of the Abbasids has been stable. If we compare the amount of Zakat with other sources, then Zakat on 5 camels, Zakat on 40 goats, Zakat on 5 Wasq of dates or raisins, then we will know that even in this era, gold is the closest to all the courses of Zakat, so it is appropriate. That is to say, in the present age, we should make gold the basis for determining the syllabus of Zakat.

Keywords: Zakawt, Islamic Jurisprudence, paper currency, Metamorphoses of Zakawt,

1. تمہید

سونا اور چاندی دونوں ایسی قیمتی، نادر اور نفیس اشیا ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان دونوں اشیا کو بنی نوع انسان کے لیے اس قدر مفید بنایا ہے کہ انسانیت کی آغاز آفرینش سے انسانی معاشرے میں زر نقد اور قیمت اشیا کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے ان دونوں معدنی اشیا کو فطری طور پر افزائش پذیر دولت (مال نامی) قرار دیا ہے اور ان پر زکوۃ فرض کی ہے۔ خواہ یہ زر نقد کی صورت میں ہوں یا اُن کے پترے اور تختیاں بنالی گئی ہوں یا اُن کے برتن اور قیمتی اشیا یا زیورات بنا لیے گئے ہوں۔

جب کہ عورتوں کے زیورات جو کہ زینت کے لیے بنائے گئے ہوں اُن پر زکوۃ میں فقہی اختلاف ہے۔

اس مقالہ میں سونے اور چاندی کی مقادیر میں فرق پر بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

i. زر نقد کی زکوۃ اور اس کی شرائط
ii. کاغذی نوٹوں پر زکوۃ
iii. فقہی مسائل

1.2 زر نقد کا عمل اور اس کا ارتقا

انسان اپنی ابتدائی زندگی میں زر نقد سے آشنا نہ تھا اس لیے لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اشیا کا تبادلہ کیا کرتے تھے، جس کے پاس جو چیز ضرورت سے زائد ہوتی وہ حاجت مند کو دے کر اس سے اپنی ضرورت کی چیز لے لیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سسٹم ابتدائی معاشرے کے لیے تو کافی تھا مگر بڑھتی ہوئی آبادی اور نظام زندگی کے لیے اتنا فعال نہ تھا، جب اس طریقے سے معاملے میں تاخیر اور محنت اور وقت کی زیادتی بھی ہوتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نظام میں قیمتوں کا ٹھہراؤ بھی ممکن نہیں تھا۔

اس ابتدائی دور کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرمایا اور اسے تبادل اشیا کی جگہ زر نقد استعمال کرنے کی طرف متوجہ کیا تو انسان اس کو ذریعہ معاملات اور منافع اشیا اور محنت کی تقویم یعنی قیمت متعین کرنے کا پیمانہ بنالیا۔ اس طرح تبادلہ اشیا آسان ہو گیا اور انسانوں کے درمیان معاملات بڑی سہولت سے طے پانے لگے۔[1]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.2 2022

بعد ازاں نقود زر مختلف ارتقائی مراحل سے گزرتے رہے تا آنکہ نفیس ترین معدنی اشیا سونے اور چاندی تک پہنچ گئے اور انسان نے ان کو زر نقد کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا۔ اور انسان اس حقیقت سے آشنا ہو گیا کہ ان معدنی اشیا میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیاں رکھی ہیں۔ مثلاً: سونا اور چاندی ایک ہی حالت میں رہتے ہیں اور ان کو زنگ نہیں لگتا ان کی قیمت میں بھی استحکام رہتا ہے اور ان کو چھوٹے چھوٹے اجزا میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ان کی قیمت میں کمی واقع نہیں ہوتی، ان میں ملاوٹ دشوار، فوراً آواز سے پہچان لی جاتی ہے اور کافی مقدار میں بھی میسر ہے۔

1.3 بعثت محمدی ﷺ کے وقت زر نقد کی حالت

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت عرب اس زر نقد (سونا اور چاندی) کو استعمال کر رہے تھے، سونا ان کے ہاں دینار کی شکل میں اور چاندی درہم کی شکل میں موجود تھی۔ سونے کے دینار عرب میں بیشتر بازنطینی روم سے اور چاندی کے درہم ایران سے آیا کرتے تھے۔ اور ان دراہم کے مختلف اوزان ہوا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جاہلیت میں کے دور میں اہل مکہ اُن سے گن کر لین دین نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کے اوزان سے معاملہ کیا کرتے تھے۔ اہل عرب کے اوزان میں ایک وزن "رطل" تھا جو بارہ اوقیہ کا ہوتا تھا۔ اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور ایک نش بیس درہم کا یعنی نصف اوقیہ کا اور ایک نواۃ پانچ درہم کا ہوتا تھا۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے ان پیمانوں کو برقرار رکھا ہے اور فرمایا کہ اہل مکہ کے اوزان ہی جاری رکھے جائیں اور آپ ﷺ نے دینار اور درہم پر زکوۃ بھی مقرر فرمائی گویا کہ آپ ﷺ نے سونے چاندی کو شرعی زر نقد تسلیم فرما کر اُن پر بہت سے احکام جاری فرمائے جن کا تعلق تجارتی اور مدنی امور سے ہے جیسے سود کے احکام اور کچھ احوال شخصیہ سے متعلق ہیں جیسے مہر اور کچھ قانون عقوبات criminal law سے متعلق ہیں جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا اور دیتوں کا حکم اور بعض قانون مال سے تعلق رکھتے ہیں جیسے زکوۃ۔

2. نقود میں زکوۃ کے واجب ہونے کے دلائل۔

کتاب و سنت اور اجماع امت سے نقود زر (سونے اور چاندی) پر زکوۃ واجب ہے، فرمان الٰہی:

(يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۳۴ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰي بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۝ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۳۵ ۝)[3]

"مومنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہ خدا سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو اس دن عذاب الیم کی خبر سنا دو جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو"

ان آیات میں اس امر پر شدید تنبیہ کی گئی ہے کہ مجملاً سونا اور چاندی حق اللہ ہیں اور لاینفقونہا سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ سونے اور چاندی سے اُن کے نقود (سکے) مراد ہیں۔ کیونکہ خرچ کرنے کے لیے ہی سونے اور چاندی کو نقود کی شکل میں تیار کیا گیا ہے اور یہی بلاواسطہ تعامل Transaction کا ذریعہ ہیں۔ نیز لاینفقونہا فرمایا ہے لاینفقونہما نہیں فرمایا کیونکہ یہاں جو ضمیر راجع ہے وہ اس حیثیت میں ہے کہ یہ دونوں نقود ہیں۔

جہاں تک آیت بالا میں وارد وعید کا تعلق ہے تو وہ دو باتوں کے بارے میں ہے۔ ایک سیم وزر کی ذخیرہ اندوزی کرنا اور دوسرا یہ کہ ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ زکوٰۃ نادہندہ ہی راہ خدا میں خرچ نہ کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو صاحب کنز اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا روز قیامت اسے نار جہنم میں جلایا جائے گا۔[4]

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق □ کو بحرین روانہ کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں تحریر کیا کہ: چاندی کے دوسو درہم پر چالیسواں حصہ اور اگر ایک سو نوے درہم ہوں تو کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ مالک از خود دینا چاہے اور جہاں تک اس اجماع کا تعلق ہے تو مسلمان فقہا ہر دور میں اس امر پر متفق رہے ہیں کہ نقدین پر زکوٰۃ ہے۔[5]

2.1 زر نقد پر وجوب زکوٰۃ کی حکمت:

نقود متحرک اور متداول رہتے ہیں اور ان کی گردش سے وہ تمام افراد مستفید ہوتے ہیں جو اس کے تداول میں شریک ہوں اور ان نقود کو روک لینے سے عمل میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے اور بے کاری بڑھتی ہے۔ اور کساد بازاری کو فروغ ملتا ہے۔ اس طرح ہر سال نقد مال پر زکوٰۃ کے وجوب سے خواہ اس مال کو مالک نے نفع بخش کاموں میں لگایا ہو یا نہ لگایا ہو مال کے کنز بنا کر رکھنے اور نقود کو روکے رکھنے کا سدباب ہو جاتا ہے۔ اور یہ اقتصادیات کا وہ روگ ہے جسے دور کرنے کے بارے میں ماہرین اقتصادیات بہت پریشان رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ماہرین اقتصادیات نے یہ رائے بھی دی ہے کہ کرنسی نوٹوں پر ان کی تاریخ اجرا اور تاریخ منسوخ لکھ دی جائے تا کہ ایک مدت کے بعد وہ خود بخود منسوخ ہو جائے اور ان کی مالیت ختم ہو جائے۔[6]

بعض مغربی اقتصادی ماہرین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ نقد کرنسی نوٹ رکھنے والے پر ہر ماہ ٹیکس لگایا جائے تا کہ ہر شخص کوشش کرے کہ اسے ٹیکس نہ دینا پڑے تو اس طرح کرنسی کی گردش میں تیزی اور وسعت پیدا ہو گی۔

یہ تمام مجوزہ طریقے یا نافذ العمل طریقے کافی دشواریوں کے حامل ہیں۔ بہر حال نقود کے بارے میں اسلامی طریقہ کار انتہائی سادہ اور عام فہم ہے۔ اور اس سے کتناز کا سدباب بھی ہو گیا ہے۔ کہ اڑھائی فیصد سالانہ زر نقد پر زکوٰۃ فرض کر دی جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ زر کو منافع بخش کاموں میں لگائے اور اس سے مستقل آمدنی حاصل کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو زکوٰۃ مال کو کھا جائے گی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

یہی وجہ ہے کہ یتیم کے مال کو تجارت میں لگانے کی ترغیب دی گئی تا کہ وہ زکوۃ کی ادائیگی میں ختم نہ جائے۔

زر نقد پر لازم شرح زکوۃ پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ چاندی پر چالیسواں حصہ زکوۃ ہے۔

یاد رہے کہ زر نقد میں زکوۃ اصل راس المال پر ہوتی ہے خواہ اس میں افزائش ہو یا نہ ہو منافع ہو یا نہ ہو۔

3. کیا دور حاضر میں ان مقادیر میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟

بعض محققین نے یہ رائے دی ہے کہ اسلام کے آغاز میں زکوۃ کی مقررہ مقدار جدید معاشرے کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے۔ کیونکہ آج کے اقتصادی حالات میں بڑے انقلابات آچکے ہیں اب اس مسئلہ پر نئے سرے سے غور و فکر کی ضرورت ہے اور حکومت وقت ضرورت اور حالات کے پیش نظر اس شرح میں اضافہ کر سکتی ہے۔[7]

یہ رائے درج ذیل دلائل کی وجہ سے غلط ہے۔

3.1 یہ رائے رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ صحیح احادیث اور خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سنت نبوی ﷺ کو اور سنت صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کی مخالفت سے ڈریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

(فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳)[8]

"تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو"

3.1.1 یہ رائے امت اسلام یہ کے اجماع کے خلاف ہے اور چودہ سو سال ہر طرح کے اقتصادی تغیرات اور سیاسی اختلافات کے باوجود یہ اجماع چلا آرہا ہے اور مختلف ادوار میں امت مسلمہ داخلہ اور خارجی مصائب سے دوچار ہو چکی ہے اور خلفا اور امرا کے دور میں کئی مرتبہ خزانے خالی ہو چکے ہیں اور امت کو شدید مالی دشواریاں پیش آچکی ہیں مگر ان سب باتوں کے باوجود کبھی کسی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ شرح زکوۃ میں اضافہ جائز ہے۔

3.1.2 اس اجماع کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ فقہائے کرام کے مابین عہد قدیم سے یہ اختلاف موجود ہے کہ علاوہ زکوۃ کے اسلامی حکومت کوئی حق وصول کر سکتی ہے۔ اگر زکوۃ کی مقررہ شرح ثابت اور ناقابل تغیر نہ ہوتی تو اس اختلاف کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس اختلاف سے یہی تو پتہ چلا ہے کہ زکوۃ کی شرح ثابت اور غیر متغیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سوال پیدا ہوا کہ زکوۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس وصول کیا جائے۔

3.1.3 فقہا میں سب سے زیادہ قیاس کا استعمال فقہائے احناف کے ہاں ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی کہتے ہیں کہ مقداروں کے بارے میں قیاس موثر نہیں ہے۔ کیونکہ تقدیر اور تحدید صرف شارع کا حق ہے۔ جو کہ رسول اللہ ﷺ نے مقرر کر دی ہیں جب مقداروں میں قیاس موثر ہی نہیں تو نص اور اجماع سے ثابت شدہ مقداریں قیاس سے کیونکر تبدیل ہو سکتی ہیں۔

3.1.4 زکوۃ کے تمام پہلوؤں میں یہ پہلو سب سے اہم ہے کہ وہ ایک دینی فریضہ ہے اور دینی فرائض میں ثبات اور ہمیشگی ہوتی ہے۔ زکوۃ بالا جماع ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور اسلام کی عظیم بنیادوں میں سے ایک اساس ہے۔ اگر اجتماعی حالات اور اقتصادی تغیرات کی وجہ سے اس کی مقداروں میں تغیر کیا جاتا رہا تو اس میں ثبات اور ہمیشگی کی صفت باقی نہ رہے گی۔ اگر ایسا ہوا تو زکوۃ حکومتوں کی خواہشات کی بھینٹ چڑھ جائے گی کسی حکومت میں 20 فیصد زکوۃ وصول ہو گی تو کسی حکومت میں 30 فیصد۔ حالانکہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ ہر دور میں ہر جگہ اور ہر مقام پر اسلامی فرائض مسلمانوں میں ایک اور یکساں رہیں اور یہی درحقیقت امت مسلمہ کی بنائے وحدت ہے۔

3.1.5 پھر جس چیز میں زیادتی ممکن ہو اس میں کمی بھی کی جا سکتی ہے۔ اور بالکل ختم بھی کی جا سکتی ہے۔ یعنی اگر کسی حکومت میں فروانی آجائے تو وہ کیا زکوۃ کو کم کریں یا بالکل ختم کر دیں۔ اس کی حیثیت اور معنویت ختم ہو جائے گی حالانکہ زکوۃ ایک اسلامی عبادت ہے جو کہ حکمرانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائے گی۔

3.1.6 اگر ایک مرتبہ اسلامی ارکان میں ردوبدل کا دروازہ کھل گیا اور احکام شرعی میں تغیر و تبدل کیا جانے لگا تو اس سے تمام احکام میں تبدیلی کی جانے لگے گی۔

3.2 زر نقد کا نصاب

صحیح البخاری اور صحیح المسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ جابر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں ہے۔[9]

مشہور نصوص اور امت مسلمہ کے اجماع کے مطابق ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور پانچ اوقیہ 200 درہم کے مساوی ہو گا۔[10]

اس لیے مشہور احادیث میں فرض زکوۃ اور اس کی مقداروں کے بیان میں صرف دراہم کا ذکر ملتا ہے فقہا میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف رائے نہیں دی۔

جہاں تک سونے کے سکوں کا تعلق ہے تو اس کے نصاب کے لیے اتنی قوی احادیث موجود نہیں ہیں یہی وجہ ہے سونے کی زکوۃ کے بارے میں ایسا اجماع نہیں ہے جیسا کہ چاندی کے نصاب پر ہے۔

بہر حال سونے جمہور فقہا کے نزدیک سونے کا نصاب چالیس دینار ہے۔

اس امر کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ تاریخی لحاظ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ عہد نبوت میں دینار دس درہم میں تبدیل ہوا کرتا تھا۔[11]

صحابہ کرام کے عہد سے لے کر امت کا عمل بھی اس کی تائید میں ہے کہ اور تقریبا اس پر اجماع ہے۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے مجھے صدقات کا والی بنایا اور مجھے حکم دیا کہ میں بیس دینار پر نصف دینا راور چالیس دینار پر ایک دینار زکوٰۃ وصول کروں ۔[12]

غرض آئمہ تابعین، شعبی، ابن سیرین، ابراہم، حسن، حکم بن عتیبہ اور عمر بن عبد العزیز سے یہی مروی ہے۔

3.3 درہم اور دینار کی شرعی مقادیر۔

ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ چاندی کا نصاب زکوۃ 200 درہم اور سونے کا بیس دینار ہے اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ شریعت کی نظر میں درہم اور دینار کی حقیقی مقدار کیا ہے۔ اور آج اس کے مساوی کتنی رقم نصاب زکوۃ قرار پائے گی۔ بہت سے متقدمین اور متاخرین نے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ مثلا ابو عبید نے الاموال میں بلاذری نے فتوح البلدان میں خطابی نے معالم السنن میں الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں النووی نے المجموع میں المقریزی نے النقود القدیمہ الاسلامیہ میں اور ابن خلدون نے مقدمہ میں اس پر کلام کیا ہے۔

ان تمام آئمہ کی تحقیقات کا خلاصہ بن خلدون نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عہد صحابہ اور تابعین میں اس امر پر اجماع ہے کہ درہم شرعی وہ ہے جس کے دس کا وزن سات مثقال سونے کے برابر ہو اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یعنی اس حساب سے اوقیہ سترہ دینار کا ہوا خالص سونے کے مثقال کا وزن درمیانی جو کے 72 دانے اور درہم سے جو مثقال کا ستر ہواں حصہ ہے 55 دانوں کا ہوتا ہے۔ ان مقداروں پر اجماع ہے۔ دینار جو کہ ایک مثقال سونے کا ہوتا تھا مشہور یہی ہے کہ جاہلیت میں اور عہد اسلام میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اس امر پر اتفاق ہے کہ ان اوازن کے نقود پر اجماع ہے اور خلیفہ اموی عبد الملک بن مروان کے عہد سے یہ تمام ممالک میں پھیل گئے اور اس کے عہد میں جو درہم پائے جاتے تھے اُن میں بڑا درہم آٹھ دانق کا ہوتا اور چھوٹا درہم چار دانق کا ہوتا۔ اس نے ان دونوں کو ایک کر کے 6 دانق کا درہم بنا دیا۔ اور جب اُس نے مثقال کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ مثقال اسی ہمیشہ کے سابق وزن پر موجود ہے۔ کہ 6 دانق وزن کے 10 درہم سات مثقال بنتے ہیں تو اس نے اسے اسی طرح رہنے دیا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

4. عہد جدید میں نصاب زکوۃ سونے سے طے کیا جائے یا چاندی سے ؟

شارعؑ نے سونے اور چاندی کا نصاب الگ الگ متعین کیا ہے ۔ دور جدید میں اس بات کا احتمال نہیں رہا ہے کہ سونے کا نصاب زکوٰۃ علیحدہ ہو اور چاندی کا نصاب زکوۃ جدا ہو اس لیے کہ اب ساری دنیا میں لوگوں کے درمیان لین دین کاغذی کرنسی سے ہوتا ہے۔ اب لوگوں کو اس بات کا اتفاق تک نہیں ہوتا کہ وہ دہات کے سکے دیکھیں بالخصوص سونے کے، اس لیے اب اس قدیم بحث کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ کہ اُن میں سے ایک نصاب دوسرے نصاب میں ضم کیا جا سکتا ہے کہ نہیں۔ بلکہ اب تو ضم کرنا ایک امر لازم بن چکا ہے اب اصل بحث اس موضوع پر ہونی چاہیے کہ دونوں نقود سونے اور چاندی میں سے کس نصاب زکوٰۃ کا تعین کیا جائے۔ یعنی وہ تونگری (غنی) جس سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اس کی ابتدائی حد کیا ہے۔ ؟

اس صورت میں کہ شارع نے سونے اور چاندی کا الگ الگ نصاب متعین کیا ہے۔ کیا ہم چاندی سے نصاب زکوٰۃ کی تحدید کریں، اکثر معاصر علما کی یہی رائے ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ چاندی کے نصاب پر اجماع ہے اور مشہور اور صحیح سنت سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب فقرا کے حق میں زیادہ مفید ہے کہ اس سے مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد پر زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصر میں 20 ریال سے کچھ زائد نصاب زکوٰۃ کا اندازہ ہے۔ اور سعودی عرب اور خلیج کی امارات میں 50 ریال کا اندازہ ہے۔ اور 50 سے کچھ زائد یا 60 کا اندازہ پاکستان اور ہندوستان کا ہے۔

جبکہ بعض دیگر علما کی رائے یہ ہے کہ آج کل نصاب زکوٰۃ کا اندازہ سونے سے ہونا چاہیے، اس لیے کہ چاندی کی قیمت میں عہد نبوت کے بعد سے بہت زیادہ فرق آ چکا ہے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اولا دینار 10 درہم کے مساوی ہوا کرتا تھا عہد اموی کے آخری دور میں 12 درہم کے مساوی ہو گیا اور عہد عباسی میں 15 درہم کے مساوی ہو گیا۔[13]

کیونکہ تمام اشیا کی طرح چاندی کی قیمت بڑھتی رہی ہے اور جبکہ سونے کی قیمت کافی حد تک مستحکم رہی ہے۔ اور زمانے کے اختلاف سے سونے کے سکوں کی قیمت میں فرق نہیں آیا اور سونا ہر زمانے میں ایک ہی اندازے کا حامل رہا ہے۔

راقم کو بھی یہ بلحاظ دلیل زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے اس لیے اگر مذکورہ اموال زکوٰۃ کو موازنہ کر کے دیکھا جائے کہ پانچ اونٹوں پر زکوٰۃ ہے اور 40 بکریوں پر زکوٰۃ ہے۔ 5 وسق کھجور یا کشمش پر زکوٰۃ ہے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس عہد میں زکوٰۃ کے تمام نصابوں سے قریب سونا ہے، چاندی نہیں ہے۔ آج مورخہ یکم اکتوبر 2021 بمطابق 21 صفر المظفر 1445ھ سونے کی مالیت فی تولہ پاکستانی کرنسی میں 114500 روپے فی تولہ ہے اور 7.5 تولے کی قیمت: 858750 روپے بنتی ہے۔ جبکہ ایک اونٹ 170000 روپے تک مل رہا ہے تو کل 5 اونٹوں کی کل قیمت: 850000 روپے ہے۔ اس کے مقابلے میں چاندی ایک تولہ 1400 روپے اور 52 تولے چاندی کی کل قیمت: 72800 روپے بن رہی ہے جو کہ سونے اور اونٹوں کی قیمت کے مقابلے میں بہت کم ہے جبکہ سونا اور 5 اونٹ ساڑھے آٹھ لاکھ بن رہے ہیں۔ اسی طرح آپ باقی تمام نصابوں کی قیمت کا بھی اندازہ کریں تو معلوم ہو گا کہ تمام نصاب سونے کی قیمت کے قریب ہیں جبکہ چاندی عدم استحکام کی وجہ سے 700 گنا کم ہے۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ ہم اپنے اس عہد میں نصاب زکوٰۃ کی تقدیر کے لیے سونے کو اصل قرار دیں اگرچہ چاندی سے نصاب زکوٰۃ کے تقرر میں فقرا اور مستحقین کا مفاد ہے۔ مگر اس سے مال کے مالکین پر بوجھ بھی پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ زکوٰۃ دہندگان صرف بڑے بڑے سرمایہ کار اور اغنیا نہیں ہوتے بلکہ امت مسلمہ کے عام افراد زکوٰۃ دہندگان ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

4.1 کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ

کاغذی نوٹ عصر حاضر کی دریافت ہیں اس لیے ہم یہ توقع نہیں کرسکتے کہ علماسلف کی ان کے بارے میں کیارائے ہمیں حاصل ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ عصر حاضر کے علمانے جو فتاوی قدیم اقوال کی اساس پر دیے ہیں ان کو ہم مد نظر رکھ سکتے ہیں۔ان میں سے بعض فتاوی تو بالکل سطحی اور بے روح ہیں۔ جن کی رو سے کاغذی نوٹ سے نقود ہی نہیں ہیں بلکہ نقود صرف سونا اور چاندی ہیں۔ اور اس لیے کاغذی نوٹوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

مصر کے مالکی مسلک کے مفتی شیخ علیش نے فتوی دیا کہ کاغذ کے نوٹ پر جس بادشاہ کی مہر ہو اور جسے درہم اور دینار کے طور پر معاملہ کیا جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔[14]

اسی طرح بعض شافعی فقہ نے بھی یہی فتوی دیا کہ کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ تا آنکہ اس کی قیمت کا سونا اور چاندی نہ حاصل کر لیا جائے اور اس پر سال نہ گزر جائے۔اس لیے کاغذی نوٹوں سے معاملہ شرعی لحاظ سے غیر صحیح حوالہ ہے کیونکہ اس میں ایجاب اور قبول موجود نہیں ہے۔[15]

لیکن صورت حال یہ ہے کہ یہ نوٹ لوگوں میں معاملات کی اساس بن چکے ہیں اور اب سونے اور چاندی کے سکوں کو دیکھ بھی نہیں پاتے۔ اگر وہ ہوتے بھی ہیں تو معمولی مقدار میں ہوتے ہیں۔

اور معاملات اور ثروت کی اساس یہی کاغذی نوٹ بن چکے ہیں اور قانونی اداروں کے اعتماد اور معاملات کی خوش اسلوبی سے روانی کی بنا پر یہ کاغذی نوٹ اشیا کی قیمت قرار پا چکے ہیں۔ان ہی نوٹوں سے مزدوریاں اور اجرتیں ادا کی جاتی ہیں اور تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں۔اور جس شخص کے پاس جس قدر یہ کاغذی نوٹ ہوتے ہیں وہ اتنا ہی مالدار تصور کیا جاتا ہے۔ غرض ان کاغذی نوٹوں کو ضروریات پوری کرنے اور تبادلے کرنے اور کسب منافع کمانے میں وہی قوت حاصل ہے جو سونے اور چاندی کو حاصل ہے۔اس لحاظ سے کاغذی نوٹ سونے اور چاندی کی طرح افزائش پذیر اور اموال نامیہ ہیں۔

غرض مالی اوراق بنک نوٹ پر درج ذیل چار اعتبارات سے زکوٰۃ لازم ہے۔

i. اس لحاظ سے کہ دراصل ان نوٹوں کی مالیت کی ضمانت بنک کے ذمے ہوتی ہے اور یہ مال موجود اور مقبوض کی طرح ہوتے ہیں۔اگر فقہ کے نزدیک بہر لحاظ معروف قرض کی طرح نہ ہو۔

ii. ان نوٹوں کے متبادل مال بنک کے خزانے میں محفوظ ہوتا ہے۔ان دونوں لحاظ سے ان نوٹوں پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے۔

iii. ان پر اس لحاظ سے بھی زکوٰۃ لازم ہونی چاہیے کہ ان کی مالیت بنک کے ذمے قرض ہوتی ہے اور ان پر جیسا کہ امام شافعی کی رائے ہے کہ اس موجود قرض کی طرح ہونی چاہیے جس کا مقروض اقرار کرتا ہو۔

iv. اس لحاظ سے بھی ان پر زکوٰۃ ہونی چاہیے کہ اُن کی مالیت اس بات سے ثابت ہے کہ ان سے معاملات رواج پا چکے ہیں اور ان کو تمام دنیا اشیا کی ثمن کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

غرض نوٹوں پر زکوٰۃ ازروئے قیاس ثابت ہے جس طرح کہ فلوس اور تانبے پر لازم ہے۔

راقم کے نزدیک کاغذی نوٹوں کے بارے میں اسی آخری بات پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیے کہ اب یہ کاغذی نوٹ ہی تبادلہ و تعامل کا ذریعہ بن چکے ہیں۔اور اب یہ بھی ضروری نہیں رہا کہ ان نوٹوں کے بالمقابل بنک میں کوئی معدنی سرمایہ موجود ہو۔اور نہ ہی بنک اس بات کا پابند ہے کہ وہ ان نوٹوں کے بدلے چاندی یا سونا ادا کرے۔ان کاغذی نوٹوں کے ابتدائی دور میں جب عام لوگوں کو ان پر پورا اعتماد نہیں تھا۔جیسا کہ ہر نئی شے کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔اس وقت ان نوٹوں پر زکوٰۃ کا قول قابل قبول ہو سکتا تھا۔ مگر بہر حال اب حالات بالکل تبدیل ہو چکے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہر ملک میں کاغذی نوٹ معدنی دولت کی جگہ لے چکے ہیں اور معاشرے میں قبول عام پا چکے ہیں۔ مہر ان ہی نوٹوں سے ادا ہو جاتا ہے۔اور بلا اعتراض نکاح ہوتے رہتے ہیں اور ہر ایک شے کی قیمت ان ہی نوٹوں سے ادا کی جاتی ہے۔اور کسی کو کوئی تامل نہیں ہوتا اور ہر کارکن، ملازم اور مزدور کی اجرتیں اور تنخواہیں ان ہی نوٹوں سے ادا کی جاتی ہیں۔ اور لوگ خوش ہو کر لیتے ہیں۔

5. حاصل بحث:

سونے اور چاندی کی مقادیر میں فرق اور اس سے مستنبط ہونے والے فقہی مسائل درج ذیل ہیں:

i. سونے اور چاندی کی مقادیر شارع نے مقرر فرما دی ہیں ۔

ii. ان مقادیر کو کسی بھی صورت تبدیل نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ مقادیر میں قیاس ممنوع ہے۔اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی شریعت میں تبدیلی کے مترادف متصور ہو گا۔اور اسلامی ارکان میں سے ایک رکن "زکوٰۃ" کے ساتھ کھلواڑ تصور کیا جائے گا۔

iii. دور حاضر میں کاغذی نوٹوں پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

iv. کاغذی نوٹوں پر سونے اور چاندی کا نصاب چالیسواں حصہ (اڑھائی فیصد) لاگو ہوگا۔

v. دور حاضر میں کاغذی نوٹوں کا نصاب مقرر کرنے کے لیے سونے کو بنیاد بنایا جائے۔

حواشی

وافی علی عبدالواحد الدکتور ، الاقتصاد السیاسي ، ص 140، 144 ، ط خامسہ . مرعی عبدالعزیز الدکتور، النظم النقدیة والمصرفیہ ص:11 ، 15۔

2 المقریزی : رسالة النقود ،ضمیمہ النقود العربیة ،نشر الاب الانستانس الکرملی ،ص25

3 التوبة 09 : 34 ، 35

4 البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، أبو عبد الله ، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، كتاب الزکوٰۃ ، باب اثم مانع الزکوٰۃ ، الحديث١٤٠٣، ج١، ص٤٧٤ الناشر: دار طوق النجاة ، الطبعة الأولى 1422ه

5 البخاري، محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة، أبو عبد الله ، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ حديث: 1454 الناشر : دار طوق النجاة، الطبعة : الأولى 1422ه

6 مرعی، عبدالعزیز، الدکتور، النظم النقدية والمصرفة ص 31 ، 581 ء

7 بنوری، محمد یوسف ، مولانا ، مقالة مجلة البعث الإسلامي ، جلد 12 عدد 3

8 النور 24 : 63

9 البخاري ، محمد بن إسماعيل، أبو عبد الله ، الجامع المسند الصحيح ، بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ حديث: 1454 دار طوق النجاة، الطبعة الأولى 1422ه

10 البغدادي ، القاسم بن سلام بن عبد الله ، أبو عبيد ، الهروي ، الاموال ص444 ، سنة النشر: 1428 هـ 2007 ء

11 البغدادي ، القاسم بن سلام بن عبد الله ، أبو عبيد ، الهروي ، الاموال ص219 ، سنة النشر: 1428 هـ 2007 ء

12 ابن حزم ، الأندلسی، علی بن أحمد بن سعيد ، ابو محمّد ، المحلی ، ج 6 ص69

13 الخراج فی الدولة الإسلامية ص 347

14 عدوی، مخلوف، محمد حسنين، شيخ ،البيان فی زکوٰۃ الإيمان ، ص33

15 الفقہ علی المذاهب الأربعة ، الطبعة الثانية